خاطرشب و روز کاروباری مشغولیتوں کے باوجود وہ خوب شعر کہتے تھے اور بکثرت کہتے ہیں۔ حضرت محمود دہلوی مرحوم کے شاگرد ہیں۔ دل میں سوز و گداز خلقی طور پر تھا ہی' تصوف کے ذوق نے اس کو سہ آتشہ بنادیا ہے اس بنا پر وہ نعت بھی کہتے ہیں اور غزل۔ رباعی اور قطعہ بھی اور دونوں میں اُن کا جذبۂ خود سپردگی' ولولۂ عشق و محبت' سوزِ دروں اور ساتھ ہی زبان و بیان کی صفائی اور شگفتگی نمایاں طور پر موجود ہے۔ پہلا مجموعہ نعتوں' منقبتوں اور سلاموں کا گلدستہ اور دوسرا مجموعہ غزلوں۔ رباعیات اور قطعات وغیرہ پر مشتمل ہے اور ہر ایک لائقِ مطالعہ ہے۔

حیاتِ لطف۔ از ڈاکٹر ثمینہ شوکت تقطیع خورد ضخامت ۵ ۹ صفحات کتابت وطباعت بہتر قیمت مجلد ایک روپیہ پچاس پیسے پتہ:۔ دفتر مجلس تحقیقات اردو ۷۸۸/۶/۳ حمایت نگر حیدرآباد دکن۔

مرزا علی لطف اُردو کے مشہور انشاپرداز اور شاعر ہیں۔ اُن کا تذکرۂ گلشنِ ہند۔ اردو شعراء کے اہم ابتدائی تذکروں میں سے ہے اور یہی اُن کی شہرت کی بنیاد ہے کیونکہ اُن کا دیوان اور اُن کی مثنویاں گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی تھیں اور اُن کے حالات کا بھی کچھ ایسا زیادہ علم نہیں تھا۔ محترمہ ثمینہ شوکت جنھوں نے لطف کے کلیات کو جس میں دیوان بھی ہے اور مثنویاں بھی' بڑی محنت سے مرتب کرکے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں لطف کے حالات و سوانح مع اُن کے کارناموں کے تذکرہ کے بیان کئے ہیں جو واقعی بڑی محنت' تحقیق اور تنقیدی بصیرت سے مرتب کئے گئے ہیں۔ جو حضرات اردو زبان و ادب پر تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں انہیں خاص طور پر اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

روشنائی۔ از سجاد ظہیر صاحب تقطیع متوسط ضخامت ۵۱۵ صفحات۔ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد چار روپیہ نوے پیسے۔ پتہ: آزاد کتاب گھر کلاں محل۔ دہلی۔

ترقی پسند مصنفین کی انجمن کا اگرچہ اب وہ غوغا نہیں ہے لیکن اب سے ایک ربع صدی پہلے بچہ بچہ کی زبان پر اس کا نام تھا اور اس کا طوفان اس زور و شور سے اٹھا کہ کلاسکل ادب کے در و دیوار پر لرزہ سا طاری ہوگیا۔ اس کے محرکات سیاسی اعتبار سے خواہ کچھ ہی ہوں لیکن اس میں شک نہیں کہ اپنے زمانہ کی یہ ایک عظیم ادبی تحریک تھی جس نے زمانۂ جنگ میں خصوصاً نوجوان دماغوں کو بہت زیادہ

متاثر کیا اور آج اگرچہ وہ ہیجانی کیفیت باقی نہیں رہی ہے اور اس میں قطع و برید کے ساتھ ٹھہراؤ پیدا ہوگیا ہے لیکن اس نے ادبی فکر و شعور پر گہرے اثرات ڈالے ہیں اور ترقی پسند ادیبوں کا ایک مستقل گروہ پیدا کردیا ہے جو صرف اردو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ سجاد ظہیر صاحب نے جو اردو زبان کے نامور ادیب اور مصنف ہونے کے علاوہ اس انجمن کے بانیوں میں ایک اہم حیثیت کے مالک ہیں۔ اس کتاب میں شروع سے لیکر آخر تک اس انجمن کی پوری سرگذشت و روداد قلمبند کی ہے اور بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ اس انجمن کی بنیاد کب اور کہاں پڑی، اس کے محرکات اور اغراض و مقاصد کیا تھے اس کی تنظیم کیونکر ہوئی، اس راہ میں کن کن دشواریوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے باوجود اس کی عام پذیرائی کن اسباب کے ماتحت ہوئی اور اس نے ملک کے ادبی اور سماجی شعور پر کیا اثرات ڈالے؟ اس سلسلہ میں انڈو پاک کے بہت سے ادیبوں، شاعروں اور ارباب فکر اور ان کے افکار و آرا کا تذکرہ اور ان پر تبصرہ بھی آگیا ہے چنانچہ ۱۹۴۶ء میں ایک دن شام کو مغرب کے بعد دلی کے ٹاؤن ہال میں سر سید رضا علی کی صدارت میں اسی ترقی پسند ادب پر ایک عظیم الشان مجلس مناظرہ قائم ہوئی تھی جس میں ترقی پسند ادب کے حامیوں کی طرف سے خود سجاد ظہیر صاحب اور ڈاکٹر محمد اشرف اور اس کے مخالفوں کی طرف سے خواجہ محمد شفیع دہلوی اور راقم الحروف ایڈیٹر برہان نے اس مناظرہ میں حصہ لیا تھا۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں از صفحہ ۲۰۴ تا ۲۹۴ اس مناظرہ کی روداد بھی مفصل طور پر لکھی ہے۔ موصوف ایک خاص سیاسی پارٹی کے رکن رکین ہونے کے باوجود اپنے رفقار میں سنجیدگی فکر و نگارش کے اعتبار سے نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اور ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ مذکورہ بالا مجلسِ مناظرہ کی روداد لکھنے میں بھی انھوں نے اسی سنجیدگی کا لحاظ رکھا ہے۔ بہرحال ترقی پسند ادب کی تحریک کے اغراض و مقاصد اس کی تنظیم اور اس کی مکمل روداد سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے یہ کتاب ایک اہم اور مستند دستاویز کا حکم رکھتی ہے اور اس لئے جو لوگ اس کے موافق ہیں یا مخالف دونوں کے مطالعہ کے لائق ہے۔